بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن، أَمَّا بَعْدُ:

64: اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کے ثبوت میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابوالعباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔اور پچھلے درس میں ہم بات کر رہے تھے اسماء وصفات کے باب کے تعلق سے ؛اللہ تعالیٰ کی وہ صفات الکمال جو صرف سنت سے ثابت ہیں جن کی دلیل ہمیں صرف صحیح حدیث یاسنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ملتی ہے،اور پچھلے درس میں پہلی حدیث کاذکر کیا تھااور اُس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفات الکمال میں سے صفۃ النزول کا ثبوت بیان کیا تھااوراس کے تعلق سے چند اہم باتیں بھی کی تھیں۔

آج کے درس میں جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں، شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الحديث الثاني" (دوسری حدیث)"في إثبات الفرح" (اللہ تعالیٰ کی خوشی کے ثبوت میں)۔

اب یہ دوسری صفت جو ہے جو صرف سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے؛یعنی جس کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے صرف صحیح حدیث میں ذکر ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں ذکر ہے وہ ہے صفۃ الفرح(یعنی اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کا ثبوت)۔

اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات الکمال میں سے ہے اِس کا ثبوت: "وهو قوله صلى الله عليه وسلم"(اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے)"لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ بِراحِلَتِهِ..."؛ "الحديث" (یعنی اِلی آخر الحدیث) "متفق عليه"(متفق علیہ حدیث ہے)۔شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ اس حدیث کو مکمل بھی کرتے ہیں اور چند اہم باتیں بھی بیان کرتے ہیں،آیئے دیکھتے ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لَلّٰه": لام جو ہے یہ لام الابتداء ہے؛یعنی "اللہ" لفظ الجلالہ سبحانہ وتعالیٰ اسم الکریم جو ہے مبتدأ ہے۔

دیکھیے لام جو ہے حرف جَر بھی ہوتا ہے یہ لام حرف جَر نہیں ہے کیوں؟ کیونکہ "اللہ" لفظ الجلالہ سبحانہ وتعالیٰ مرفوع ہے،اگر یہ لام حرف جَر ہوتا تو پھر "لِلّٰهِ" ہونا چاہیے تھا مجروح ہونا چاہیے تھا۔

تو یہاں پر کیا ہے؟مرفوع ہے۔تو مطلب کیا ہے؟حرف الجَر نہیں ہے۔تو اب یہ کون سا حرف ہے؟اسے حرف الابتداء کہتے ہیں؛عربی زبان میں بعض اوقات جب آپ جملے کی ابتداء کرنا چاہتے ہیں تو لام سے آپ کر سکتے ہیں،اب اس لام کی اعراب میں کوئی حیثیت نہیں ہے اس لیے "اللہ" لفظ الجلالہ سبحانہ وتعالیٰ مبتدأ ہے اور مرفوع ہے۔

"اللهُ أَشَدُّ فَرَحًا":اور"لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا":یہ لام جو ہے لام الابتداء ہے۔

اور جو کسرہ کے ساتھ حرف جَر ہے وہ کس لیے ہوتا ہے؟﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾(البقرة:284):﴿لِلّٰهِ﴾ ملکیت کے لیے؛اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔

تو﴿لِلّٰهِ﴾ کسرہ کے ساتھ ہے اور لفظ ذوالجلالہ سبحانہ وتعالیٰ اسم مجرور ہے﴿لِلّٰهِ﴾۔

"أَشَدُّ":اس کا اعراب کیا ہے؟جب اللہ لفظ ذوالجلالہ سبحانہ وتعالیٰ مبتدأ ہے تو"أَشَدُّ"کیا ہے؟خبر المبتدأ ہے۔

اور"فَرَحًا": تمیز ہے۔یہ مختصر سے اعراب شیخ صاحب نے بیان کیے ہیں،اور پھر جب لکھا آتا ہے کسی حدیث کے تعلق سے جب حدیث نامکمل ہوتی ہے تو آگے لکھا جاتا ہے"الحديث"۔اس کا کیا معنی ہے؟ یعنی"أكمل الحديث"(یعنی حدیث کو آخر تک بیان کرو(یہ مطلب ہوتا ہے))۔

جیسے جب ہم آیت بیان کرتے ہیں اور آیت کو مکمل نہیں کرتے لکھتے ہوئے تو پھر آگے بریکٹ لگا کر ہم لکھتے ہیں "الآية": یعنی؛"إلي آخر الآية"(آیت کے آخر تک)؛اور حدیث میں بھی اسی طریقے سے جب آپ حدیث کو مکمل طریقے سے نہیں لکھنا چاہتے اُس میں سے صرف شاہد بیان کرنا چاہتے ہیں،حدیث تھوڑی سی لمبی ہوتی ہے تو آپ اسے مختصر کرنے کے لیے شاہد بیان کرنے کے بعد آگے بریکٹ لگا کر لکھتے ہیں "الحديث"یعنی"إلي آخر الحديث"،یا"أكمل الحديث"(حدیث کو آخر تک مکمل کرلو)۔

اور یہ حدیث جو ہے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اُس شخص کا قصہ ہے(جو متفق علیہ حدیث میں آیا ہے) کہ وہ شخص جو اپنی سواری کے ساتھ سفر میں تھا جس پر اس کا کھانا پینا تھا اُس کا توشہ اسی سواری پر تھا تو وہ اُس سے گم ہو گئی (وہ گنوا بیٹھا وہ سواری جو ہے) تو اُس نے بڑا ڈھونڈا لیکن وہ سواری اسے نہیں ملی، تو زندگی سے مایوس ہوتے ہوئے ایک

درخت کے نیچے لیٹ گیا موت کے انتظار میں تو اچانک اس نے دیکھا کہ اس کی سواری کی رسّی جو ہے وہ درخت کے ساتھ لگی ہوئی ہے (یا لٹکی ہوئی ہے) تو اسے بہت ہی زیادہ خوشی محسوس ہوئی!

شیخ صاحب فرماتے ہیں: یعنی اس حالت میں کوئی بھی اس خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتا (کوئی بھی ایسی حالت میں خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتا) اِلَّا یہ کہ جس کے ساتھ ایسا ہوا ہو؛ تو اس شخص نے سواری کی رسّی کو پکڑا اور اس نے کہا: "اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ": اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا ربّ ہوں؛ "أَخْطَأَ مِن شِدَّةِ الفَرَحِ": اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: أَخْطَأَ: اس نے خطاء کی ہے: مِن شِدَّةِ الفَرَحِ: خوشی کی انتہاء کی وجہ سے خوشی کی شدت کی وجہ سے؛ یعنی اتنا زیادہ وہ خوش ہوا کہ اپنے دماغ پر قابو نہ پا سکا نہ زبان پر قابو پا سکا اور بات کرنے میں صحیح تصرف نہ کر سکا۔

"فالله عزَّ وجلَّ أفرح بتوبة عبده إذا تاب إليه من هذا الرجل براحلته": (تو اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے)۔

اب اس شخص کی خوشی کا اندازہ لگایا آپ نے! اتنا زیادہ خوش ہوا کہ اس کی یعنی عقل بھی صحیح کام نہیں کر سکی اور کفریہ لفظ کہہ بیٹھا تھا پتہ ہے!

اللہ تعالیٰ کو یہ کہنا کہ "أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ" اگر کوئی جان بوجھ کر کہے تو یہ کیا ہے؟ کفر ہے۔ اب یہ شخص مکلف ہے سمجھدار بھی ہے، جاننے والا بھی ہے، عقل بھی ہے بالغ بھی ہے لیکن اتنا زیادہ خوش ہوا کہ اس کی عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا اور جو وہ کہنا چاہتا تھا کیا کہنا چاہتا تھا؟ "اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ" یہ کہنا چاہتا تھا، لیکن وہ اتنا زیادہ خوش ہوا خوشی کی انتہا کا یہ عالم تھا کہ زبان سے اُلٹا کہہ بیٹھا "اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ": اللہ تعالیٰ اس شخص کی خوشی سے زیادہ خوش ہوتا ہے جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف واپس پلٹتا ہے اور توبہ کرتا ہے۔ شاہد کہاں پر ہے؟ "اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے"۔

اور توبہ کی اہمیت دیکھیں آپ؛ دیکھیں گناہ کرنے میں قباحت نہیں ہے گناہ ہو جاتا ہے، قباحت اس بات پر ہے کہ گناہ پر اصرار کیا جائے اور اس سے توبہ نہ کی جائے (سبحان اللہ؛ آگے بات کرتے ہیں ان شاءاللہ)۔

تو شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اِس بندے سے زیادہ خوش ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے کہ جس بندے کی ایسی حالت میں سواری گم ہو جائے پھر اسے مل جائے تو خوشی کی وجہ سے ایسے الفاظ کہہ دیتا ہے؛

اللہ تعالیٰ کو ہماری توبہ کی ضرورت نہیں ہے کوئی حاجت نہیں ہے، ہم ہی فقیر ہیں ہم ہی محتاج ہیں اپنے تمام حالات اور احوال میں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوں اور توبہ کریں، لیکن اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے اور محبت، احسان اور فضل کے لیے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے ایسی خوشی جس کی کوئی نظیر نہیں کوئی مثال نہیں جب انسان اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے۔

اس حدیث کے بعض فوائد میں یہ فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی "صفۃ الفرح" خوش ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور ہم اس خوشی کے تعلق سے یہ کہتے ہیں کہ یہ خوشی حقیقی ہے اور بہت ہی زیادہ خوشی ہے لیکن یہ مخلوق کی خوشی جیسی نہیں ہے۔

مخلوق کے لیے انسان کے لیے جب ہم خوشی کی بات کرتے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں: انسان کے لیے خوشی کا مطلب یہ ہے؛ کہ خاص حالت جس میں انسان اپنے اندر ایک ہلکا پن سا محسوس کرتا ہے جب اسے کوئی خوشخبری ملتی ہے، یا کوئی ایسی چیز اسے حاصل ہوتی ہے جس سے اسے مسرت ہوتی ہے۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اس لیے آپ اس چیز کا احساس کرتے ہیں کہ جب آپ کسی چیز سے خوش ہو جاتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ آپ ہوا میں اُڑ رہے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے خوشی کا یہ معنی نہیں بیان کیا جاتا اور یہ تفسیر نہیں کی جاتی جیسا کہ ہم اپنے لیے معنی بیان کرتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے تعلق سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو لائق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے جیسا کہ باقی صفات کے تعلق سے ہم کہتے ہیں؛ جس طریقے سے ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن ہماری ذات جیسی نہیں ہے اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جو ہماری صفات جیسی نہیں ہیں؛ اور قاعدہ یہ ہے کہ جو بات صفات کے تعلق سے ہے وہ فرع ہے ذات پر کلام کے تعلق سے۔

یعنی جو ہم بات اللہ تعالیٰ کی صفات کے تعلق سے کرتے ہیں یہ فرع ہے جیسا کہ کوئی بات ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق سے کرتے ہیں؛ مثال کے طور پر اس قاعدے کی مثال یہ ہے: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے سے مخلوقات سے مشابہت ناممکن ہے اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کی صفات بھی ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے نام بھی ہیں، ان صفات الکمال اور ان پیارے ناموں میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت مخلوق سے ناممکن ہے۔

واضح ہے کہ نہیں؟ قاعدہ واضح ہے نا؛ یہ قاعدہ کہاں سے آیا ہے؟

دیکھیں جو منکرین صفات ہیں وہ عقل کو آگے لے آتے ہیں اور عقلی دلائل پیش کرتے ہیں؛ تو عقلی دلائل جو وہ پیش کرتے ہیں اُن کے ردّ میں یہ عقلی دلیل ہے، وہ یہ کہتے ہیں: "کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے نام ثابت کرتے ہیں تو نام تو مخلوقات کے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت ثابت کرتے ہیں تو یہ صفات مخلوق کی ہیں اس میں تشبیہ لازم آتی ہے، تو اس لیے اس تشبیہ سے بچنے کے لیے مماثلت سے بچنے کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفات کا انکار کرتے ہیں": تو کسی نے تمام اسماء وصفات کا انکار کیا، کسی نے اللہ تعالیٰ کے اسماء کو ثابت کیا اور صفات کا انکار کیا، اور کسی نے صرف صفات کا انکار کیا، کسی نے صرف سات یا آٹھ صفات کا اقرار کیا اور باقی کا انکار کیا۔

اور اِن کا ماننا یا نہ ماننا جو ہے یہ عقلی دلیل کی بنیاد پر ہے اس لیے جس نے بعض ناموں کو یا صرف صفات کو ثابت کیا ہے اور ناموں کا انکار کیا ہے کوئی فرق نہیں ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں اور صفات نہیں ہیں جیسا کہ معتزلہ ہیں، معتزلہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو مانتے ہیں اور صفات کا انکار کرتے ہیں۔

(نام اللہ تعالیٰ کا ہے العلیم صفت کون سی ہے؟ صفۃ العلم (خوب جاننے والا))۔

وہ کہتے ہیں: "علیم بلا علم" (سبحان اللہ): یہ کیسے ممکن ہے بھئی علیم بھی ہے اور علم کے بغیر کیسے ہے؟! وہ علیم جو علم والا ہے وہ تو انسان ہے اور جب اللہ کو علیم (علم والا) کہتے ہیں تو پھر انسان سے مشابہت ہو جائے گی مماثلت ہو جائے گی اس لیے ہم انکار کرتے ہیں؛ ہاں، نام کو مانتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اس کا ذکر ہوا ہے!

جانتے ہیں یہ بات کہاں سے آئی ہے کہ لفظ کا کوئی معنی نہیں ہے بے معنی ہے؟! علیم کا کوئی معنی نہیں ہے، حلیم کا کوئی معنی نہیں ہے جانتے ہیں کہاں سے؟! سب سے بڑی کیا بدعقیدگی ہے معتزلہ کی؟! "القرآن مخلوق": جب قرآن مخلوق ہے تو اس کے الفاظوں کی کیا اہمیت ہے! دیکھا نا کہاں تک بات پہنچی ہے! اب جب لفظ کی کوئی اہمیت نہیں ہے تو معنی کی کیا اہمیت ہے اس لیے لفظ کو مان لیتے ہیں معنی کو چھوڑیں آپ!

اچھا لفظ کیا ہے؟ العلیم۔ عربی زبان میں العلیم صیغہ جو ہے وہ اسم کا صیغہ ہے، اور العلم جو صفت ہے اسم کے اندر تو صفت تو نہیں مانتے ہم کیونکہ صفت سے تشبیہ لازم آتی ہے، علم والا تو انسان ہے اس لیے ہم علم کی نفی کرتے ہیں۔

لیکن العلیم تو نام آگیا ہے قرآن مجید میں؟ کہتے ہیں: کہ لفظی طور پر تو مانتے ہیں۔

کیااُن کا یہ ماننا جو ہے صحیح ہے؟ کوئی کہہ سکتا ہے کہ معتزلہ نے جب اللہ تعالیٰ کے ناموں کو ثابت کیا ہے وہ ویسا ہے جیسے اہل سنت نے کیا ہے؟ فرق کیا ہے دونوں میں؟ اہل سنت نے دلیل کی روشنی میں من و عن سے تسلیم کیا ہے "العلیم" اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے اور صحیح احادیث میں موجود ہے، ہمارااس نام پر ایمان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے ان چار شرطوں کے ساتھ:

(۱) بغیر انکار کرنے کے۔ (۲) بغیر تحریف کرنے کے۔ (۳) بغیر کیفیت بیان کرنے کے۔ (۴) اور بغیر مثلیت، یا تشبیہ بیان کرنے کے؛ اور مثلیت کا لفظ زیادہ صحیح ہے کیونکہ قرآن مجید میں اس کی نفی آئی ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ⑪﴾ (الشوریٰ:11)۔ (بات واضح ہے؟)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ہمارا ایمان ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے جیسا کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے تعلق سے علم رکھنا والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؛ تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صفت کو ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے، اور مخلوقات میں سب سے زیادہ نصیحت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت کیا ہے اور مخلوقات میں سب سے زیادہ فصاحت اور بلاغت والے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت کیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے نا "لَلّٰہُ أَشَدُّ فَرَحًا" حدیث ہے صحیح حدیث ہے، تو اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور سب سے بڑی دلیل متفق علیہ حدیث ہے؛ پھر اس کے ساتھ ساتھ (یہ تو کافی ہے اُن لوگوں کے لیے) یہ جملہ کیوں ایڈ (Add) کرتے ہیں علماء جو شیخ صاحب یہاں بیان کر رہے ہیں دو تین جملے جو ہیں:

(۱) کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسماء وصفات کے تعلق سے سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں؟ مانی بات چاہیے کہ نہیں؟ کیا تم زیادہ جانتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ جانتے ہیں؟ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں۔

(۲) اس کے بعد دوسری بات؛ سب سے زیادہ نصیحت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ظاہر ہے آپ لوگ تو نہیں ہو سکتے! آپ کے علماء تو نہیں ہو سکتے! جب سب سے زیادہ مخلوقات میں نصیحت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو امت کو یہی نصیحت کی ہے۔

(۳) اور سب سے زیادہ فصاحت اور بلاغت والے جو ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور فصاحت اور بلاغت کی بنیاد پر یہ پیغام دیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا ثبوت ہمیں ملتا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور ہم بڑے خطرے میں ہوتے ہیں اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ خوشی کا مطلب یا خوشی سے مراد ثواب ہے، کیونکہ اہل تحریف یہ کہتے ہیں "کہ اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا اور اس حدیث میں فرح یا خوشی سے مراد "إثابته التائب" کہ جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اُس کا اُجر دیتا ہے اُسے ثواب دیتا ہے یا ثواب کا ارادہ کرتا ہے"؛ کیونکہ یہ لوگ جو ہیں یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق جو اللہ تعالیٰ سے الگ ہے اور وہ ہے ثواب، اور ارادے کو بھی ثابت کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ کی صفۃ الارادۃ جو ہے ثابت کرتے ہیں)۔

کون ثابت کرتا ہے اور کون انکار کرتا ہے؟ "صفة الإرادة لله" معتزلہ ثابت کرتے ہیں یا انکار کرتے ہیں؟ معتزلہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو مانتے ہیں اور تمام صفات کا انکار کرتے ہیں! جہمیت اسماء وصفات سب کا انکار کرتے ہیں!

شروع سے اوپر سے:

(۱) جہمیہ جو سب سے پہلے اسماء وصفات کے منکر ہیں اہل قبلہ میں سے اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کا انکار کرتے ہیں۔

(۲) اُن کے بعد پھر معتزلہ نے جہمیہ کا رد کرتے ہوئے عقل کو آگے کرتے ہوئے اور قرآن وسنت کے نصوص کو پیچھے کرتے ہوئے عقلی دلائل دے کر انہوں نے یہ تو مان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں، لیکن تمام صفات کا انکار کیا؛ اور اسماء کو ماننا بھی اہل سنت جیسا نہیں ہے (یہ بیان کر چکا ہوں)۔

(۳) پھر کلابیہ آئے ابن کُلاب والے جو ہیں انہوں نے معتزلہ کو قائل کرنے کی کوشش کی عقلی دلائل پیش کیے اور قرآن وسنت کے نصوص کو پیچھے چھوڑا اور اہل الأثر اہل سنت والجماعت کے راستے کو چھوڑ کر اپنا ایک نیا راستہ اختیار کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اللہ تعالیٰ کے نام بھی ٹھیک ہیں اور صفات میں سے ساری صفات نہیں مانتے سوائے سات صفات ہے اُس میں "ارادہ" بھی شامل ہے (کلابیہ جو ہیں)؛ اور أشاعرہ پھر آئے ابو الحسن الأشعری جو پہلے کلابی تھے پھر ان سے الگ ہو گئے بعض چیزوں میں اختلاف کرتے ہوئے، تو أشاعرہ کا فرقہ جو ہے جو کلابی فرقہ ہے اصل میں سوچ وہی ہے۔

(۴) پھر ان کے بعد ابو منصور ماتریدی آئے انہوں نے کہا سات نہیں آٹھ صفات ہیں (صفۃ التکوین بھی اس سات میں شامل کر دی)۔

ایک دفعہ پھر: جہمی تمام اسماء وصفات کے منکر ہیں، معتزلی اسماء کو مانتے ہیں تمام صفات کے منکر ہیں، کلابی اور اُشاعرہ دونوں اسماء کو مانتے ہیں، صفات میں سے صرف سات صفات کو مانتے ہیں باقی کا انکار کرتے ہیں، ماتریدی آٹھ صفات کو مانتے ہیں (سات کی جگہ اور احسان کر دیا ہے ایک اور زیادہ کر دیا ہے!)۔

(۵) اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء اور صفات کو مانتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں اور صحیح حدیث میں موجود ہے (شرائط کے ساتھ چار شرطوں کے ساتھ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): تو یہ جو مخالفین ہیں تحریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا (اب یہ حدیث متفق علیہ حدیث ہے کیا کہو گے ؟!) خوشی سے مراد یہاں پر اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کو اُجر اور ثواب سے نوازتا ہے، تو خوشی سے مراد اللہ تعالیٰ ثواب دیتا ہے توبہ کرنے والے کو یا ثواب کرنے کا ارادہ کرتا ہے"۔

ثواب والے کون ہیں ؟ ثواب والے جو ارادے کا انکار کرتے ہیں معتزلہ ہیں۔ ارادے والے کون ہیں ؟ اُشاعرہ اور ماتریدیہ جو ارادے کو ثابت کرتے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور ہم یہ کہتے ہیں (یعنی ہمارا یہ عقیدہ ہے) کہ فرح یا خوشی سے مراد صحیح خوشی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے، اللہ تعالیٰ کی نفس حقیقی ہے لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کی اپنی صفات کے ساتھ مثال نہیں بیان کرتے ہماری صفات کی مثل نہیں ہیں۔

اس حدیث میں یہ بھی فائدہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت الفرح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کمال رحمت اور شفقت اپنے بندوں پر کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے جب گناہگار واپس پلٹتا ہے اور توبہ کرتا ہے اپنے ربّ سے، اور اللہ تعالیٰ بہت ہی پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دور بھاگنے والا تھا پھر اس نے روکا پھر اس نے سوچا اور واپس پلٹا اللہ تعالیٰ کی طرف، اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اس عظیم خوشی سے جب انسان توبہ کر کے واپس پلٹتا ہے۔

ہمیں جو مسلکی فائدہ ملتا ہے اس صفت کو ثابت کرنے میں یا اس صفت کو ثابت کرنے سے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے ہم توبہ کرنے پر حریص رہیں گے نا!

جب ہمیں پتہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی خوش ہوتا ہے جب گناہگار توبہ کرتا ہے تو پھر توبہ کرنے پر ہماری رغبت ہے کہ نہیں ؟! کیا خیال ہے دل کرے گا کہ نہیں کرے گا توبہ کرنے کے لیے ؟ اور گناہگار کے لیے توبہ کرنا آسان ہو گا کہ

نہیں؟ دیکھیں مسلمان ہے گناہ ہو گیا ہے لیکن جب یہ حدیث پڑھتا ہے اسے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی خوش ہوتا ہے اور یہ مثال بھی پڑھتا ہے اس شخص کی جس کا ذکر یہاں ہوا ہے اس حدیث میں کہ انتہائی خوشی کی وجہ سے وہ خطاء کر بیٹھا بہت بڑی غلطی کر بیٹھا کفریہ الفاظ زبان سے نکال بیٹھا!؛ اللہ تعالیٰ اس شخص کی خوشی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جب کوئی بندہ جب کوئی گناہگار توبہ کرتا ہے۔ تو پھر ہمیں فائدہ ملتا ہے جب ہم اس صفت کو ثابت کرتے ہیں اور من وعن سے تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے تو ہم حریص ہو جاتے ہیں کہ ہم توبہ کریں، جب بھی ہم کوئی گناہ کریں تو واپس پلٹیں اور توبہ کریں اپنے ربّ سے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے جو صفات المتقین میں سے (ذرا غور کریں متقین کی صفات میں سے) یہ صفت بڑی پیاری صفت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً﴾(آل عمران:135)۔

متقین بھی فاحشہ کرتے ہیں؟! متقی انسان ہے معصوم نہیں ہے، معصوم ہیں اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام۔

دیکھیں متقین کہنا بہت بڑا اعزاز ہے بڑا شرف ہے!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں متقین کے تعلق سے: ﴿وَالَّذِيْنَ﴾(اور وہ جو) ﴿اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً﴾(جب کوئی فحاشی کریں): اور فاحشہ قرآن مجید میں تین طریقے سے بیان ہوئی ہیں: (۱) زنا کو فاحشہ کہا گیا۔ (۲) لواط کو فاحشہ کہا گیا۔ (۳) اور "نکاح ذوات المحارم" محارم میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرنے کو فاحشہ کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ان تینوں کے دلائل دیکھیں آپ) محارم جو رشتے دار ہیں جن سے خوشی رشتہ ہے ان سے نکاح کرنے کے تعلق سے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭاِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭوَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴾(اور نہ نکاح کرو ان عورتوں سے جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے) ﴿اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾(الا یہ کہ جو گزر چکا ہے (جاہلیت میں اسلام کے حکم سے پہلے))؛ شاہد یہ ہے ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً﴾(بے شک یہ فاحشہ ہے فحاشی ہے) ﴿وَّمَقْتًا ۭوَسَاۗءَ سَبِيْلًا﴾ (فحاشی بھی ہے مقت بھی ہے اور یعنی شدید قابل مذمت ہے) ﴿وَسَاۗءَ سَبِيْلًا﴾(اور بہت ہی بُرا راستہ ہے)(النساء:22)۔

زنا کے تعلق سے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝﴾((زنا کے تعلق سے بھی) کہ زنا کے قریب مت جاؤ بے شک زنا کاری جو ہے) ﴿كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (فحاشی ہے اور بہت بُرا راستہ ہے)(الاسراء:32)۔ دونوں میں کیا فرق ہے؟ دیکھیں ذوات المحارم میں ایک لفظ زیادہ ہے، یعنی کوئی شخص اپنی بہن سے نکاح کرلے (ذوات المحارم میں)، یا اپنی سوتیلی ماں سے، یا ماں سے، اللہ تعالیٰ کا کیا ارشاد ہے؟ ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾؛ مقت کا لفظ زیادہ ہے۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى﴾ عام زنا جو ہے؛ ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾۔

سبحان اللہ؛ دیکھیں ایک لفظ زیادہ ہے کیونکہ اُس کا جرم زیادہ ہے جبکہ دونوں فحاشی ہیں لیکن دونوں برابر نہیں ہیں۔

اور لواط کے تعلق سے سیدنا لوط علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب سیدنا لوط علیہ الصلاۃ والسلام اپنی قوم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ﴿اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ﴾ إلي آخر الآية (کیا تم فحاشی کرتے ہو)(الاعراف:80)۔

تو قوم لوط کون سی فحاشی کرتے تھے؟ لواط کرتے تھے!

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) تو اس سے یہ ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ﴾ (جب یہ لوگ یعنی متقین جو ہیں وہ فحاشی کرتے ہیں یا اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں): اپنے نفس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی سزا کو یاد کرتے ہیں اور جو توبہ کرنے والے ہیں اُن کے ثواب کو بھی یاد کرتے ہیں (انہیں یاد آجاتا ہے) ﴿فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ﴾ (بس اپنے گناہوں سے بخشش طلب کرتے ہیں)؛ جو بھی انہوں نے کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اپنے نفس میں اور اپنے گناہوں سے بخشش کی دعا کی اپنے ربّ سے، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کردے گا، اس کی دلیل اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آگے: ﴿وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (اور کون ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جو گناہوں کی مغفرت کرتا ہے)(آل عمران:135)۔ پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: جب آپ یہ جان لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے آپ کی توبہ سے اور ایسی خوشی جو بے نظیر خوشی ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ توبہ کرنے پر حریص رہیں گے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (ایک ضمیمہ ہے ایک Extra information ہے) اسی موضوع کے تعلق سے کہ توبہ کی پانچ شرطیں ہیں:

(۱) پہلی شرط ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کہ آپ اگر توبہ کرنا چاہتے تو پھر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالصتاً توبہ کریں لوگوں کو دکھاوے کے لیے نہیں، یا دنیاوی کسی مقصد کے لیے نہیں، یا اس طریقے سے کوئی بھی دنیاوی مقصد ہو۔

(۲) دوسری شرط: ''الندم على المعصية'' (گناہ پر ندامت کا ہونا)۔

(۳) تیسرا: ''الإقلاع عنها'' (گناہ سے رُک جانا)؛ اور اگر کسی انسان کے حق میں کوئی گناہ ہو؛ یعنی کسی کا حق اگر کھایا ہے تو گناہ سے رُکنے کا مطلب کیا ہے؟ کہ اس کا حق اسے واپس کر دیا جائے (صاحب الحق کی طرف اُس کا حق واپس کرے)۔

(۴) چوتھی شرط: ''العزم على أن لا تعود في المستقبل'' (کہ دوبارہ آئندہ مستقبل میں یہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا کہ یہ گناہ میں دوبارہ نہیں کروں گا اور عزم کرنا)۔

(۵) پانچویں شرط: کہ توبہ جو ہے وہ توبہ کی قبولیت کے وقت میں ہو، اگر توبہ کی قبولیت کا وقت ختم ہو جائے تو پھر توبہ قبول نہیں ہوتی، اور توبہ کی قبولت کے دو وقت ہیں (۱) ایک ہے عموم الناس کے لیے اور یہ وقت کون سا ہے؟ جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا جب مغرب سے سورج نکلے گا تو کسی کی توبہ بھی قبول نہیں ہو گی اور یہ تمام لوگوں کے لیے ہے۔ (۲) اور ہر شخص کے لیے جو ہے فرد کے اعتبار سے توبہ کا وقت حضور الأجل ہے؛ جب موت کا وقت آتا ہے تو موت کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ﴾ (اور توبہ اُن لوگوں کے لیے نہیں ہے جو گناہ کرتے ہیں یہاں تک کہ اُن کو موت آ جاتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں ابھی توبہ کرتا ہوں) (النساء:18)۔ یعنی جب موت آ جائے تو توبہ قبول نہیں ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے: کہ توبہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے جب سورج مغرب سے طلوع ہوتا ہے اور لوگ اس وقت اُس دن جو ہیں اس حالت میں ہوں گے: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا

﴿إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ (کہ اس وقت جو ہے کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لاچکی ہو یا اپنے ایمان میں کوئی خیر حاصل نہ کر چکی ہو) (الانعام:158)۔

اور جو حدیث ہے متفق علیہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا": قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا ہے، پس جب سورج طلوع ہو جاتا ہے اور لوگ اسے دیکھ لیتے ہیں تو سارے لوگ جو ہیں وہ ایمان لے آئیں گے اور یہ وہ وقت ہے "وَذَلِكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا، ثُمَّ قَرَأَ الآيَةَ": اور یہ وہ وقت ہے جب کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہیں پہنچائے گا؛ پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ الانعام آیت نمبر 158 کی تلاوت فرمائی۔

یعنی اس آیت کی تفسیر یہ ہے اور ہم پہلے قاعدہ بیان کر چکے ہیں کہ قرآن مجید کی سب سے عظیم تفسیر کون سی ہے؟ قرآن مجید ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، اور سنت میں واضح آیا ہے اس آیت کے تعلق سے کہ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوا أَجْمَعُونَ، وَذَلِكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا ثُمَّ قَرَأَ الآيَةَ"۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ پانچ شرطیں ہیں جب مکمل ہو جائیں تو توبہ صحیح ثابت ہو جاتی ہے لیکن کیا توبہ کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ تمام گناہوں سے توبہ کی جائے یا صرف ایک گناہ سے جو وہ کر رہا ہے؟

یعنی ایک بندہ گناہگار ہے وہ شراب بھی پیتا ہے، وہ زناکاری بھی کرتا ہے، وہ جھوٹ بھی بولتا ہے، تو اس نے دیکھا کہ زناکاری سے میں توبہ کرنا چاہتا ہوں تو کیا تمام گناہوں سے جب تک توبہ نہیں کرے گا اس ایک گناہ سے توبہ کر سکتا ہے کہ نہیں؟ یا شرط یہ ہے کہ تمام گناہوں سے ایک وقت میں توبہ کی جائے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اس میں اختلاف ہے: "فيه خلاف، ولكن الصحيح أنه ليس بشرط": صحیح بات یہ ہے علماء کے اقوال میں سے کہ یہ شرط نہیں ہے، اور توبہ صحیح ثابت ہو سکتی ہے ایک گناہ سے جب کہ دوسرے گناہوں پر کوئی شخص اصرار کرنے والا ہو؛ لیکن ایک بات ہے ایک مسئلہ ہے مسئلہ کیا ہے؟ کہ اس شخص کو مطلق تائب نہیں کہا جاتا؛ "التائبين": جو مطلق تائبین ہیں توبہ کرنے والے ہیں اُن کی صف میں یہ کھڑا نہیں ہو سکتا، تو

اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے توبہ کی ہے لیکن یہ مقید توبہ ہے مطلق توبہ نہیں ہے (التائبین یا التائبون میں شامل نہیں ہے مطلقاً)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص شراب پیتا ہے اور سود کھاتا ہے تو شراب پینے سے اس نے توبہ کر لی ہے یہ سچی توبہ شرطوں کے ساتھ اس نے کی ہے صرف شراب پینے سے تو اس کی یہ توبہ صحیح ہے لیکن اس کا گناہ جو ہے سود کھانے کا وہ باقی رہے گا، اور جو تائبین کی منزلت ہے وہاں تک نہیں پہنچے گا کیونکہ وہ بعض گناہوں پر اصرار کرنے والا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص ہے جس میں توبہ کی تمام شرطیں پوری ہو جائیں لیکن وہ اُسی گناہ کی طرف پھر واپس پلٹا ہے اور گناہ کیا ہے کیا اس کی پہلی توبہ ختم ہو جائے گی یا نہیں؟

ایک شخص نے شراب پی ہے (وہ شراب پیتا ہے) اس نے شراب پینے سے توبہ کر لی ہے تمام شرطیں پوری کر لی ہیں (پانچ شرطیں بتائی ہیں نا پوری ہو گئی ہیں) پھر کچھ عرصے کے بعد اس نے شراب پی لی ہے، دوستوں کے ساتھ گیا ایک رات گزاری دوستوں نے پی دوستوں نے پلا دی پھر وہ پی گیا، اُس کی نفس اُس پر غالب آگئی تو کیا اس کی جو توبہ پہلے تھی وہ ختم ہو جائے گی یا باقی رہے گی؟

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: "فلا تنتقض توبته الأولى": اس کی پہلی توبہ ختم نہیں ہو گی باقی رہے گی۔ کیوں؟ کیونکہ اس نے عزم کیا تھا (توبہ کی شرطوں میں سے) واپس نہیں پلٹے گا واپس یہ گناہ نہیں کرے گا لیکن اس کے نفس نے اس کو آمادہ کیا اور اس کی یعنی شہوت غالب آگئی اور وہ گناہ دوبارہ کر بیٹھا، اور اس پر واجب ہے کہ دوبارہ توبہ کر لے، اور اسی طریقے سے جب بھی اس سے گناہ ہو وہ توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کا فضل بہت ہی وسیع ہے، وہ بہت فضل و کرم اور احسان والا ہے۔ ((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (064.العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔